مثنوی 'قطب مشتری' (ملا وجہی): چند دلچسپ حقائق

ڈاکٹر شازیہ عنبرین*

Abstract

Masnavi Qutab Mushtari written by Mulla Wajhee (1018 AD) in twelve days. Molvi Abdul Haq discovered and edited this Masnavi in 1939 and first time published from Anjuman-e-Tariq-e-Urdu. Kutab Mushtari based on the love story of king of Golkanda Muhammad Quli Kutab Shah and Bhag Matti. Wajhee was a court poet his prime purpose to please and admire the bravery, beauty and capability of the king not to create the master piece.

ملا وجہی کی مثنوی' قطب مشتری' کی دریافت کا سہرا بابائے اردو مولوی عبدالحق کے سر ہے۔ انہوں نے اس مثنوی کو دو نسخوں کی مدد سے ۱۹۳۹ء میں مرتب کر کے انجمن ترقی اردو کے سلسلہ نمبر ۲۶۰ کے تحت اورنگ آباد سے شائع کیا تھا۔ ملا وجہی نے 'قطب مشتری' ۱۰۱۸ھ میں صرف بارہ دنوں میں لکھی(۱)۔' خاتمہ' میں اس بات کا اعتراف کیا کہ " میں نے اس کتاب کو ۱۰۱۸ھ میں بارہ دن میں مکمل کر لیا تھا"۔

تمام اس کیا وبس بارا منے
سنہ ایک ہزار ھور اٹھا رامنے(۲)

اس مثنوی میں انہوں نے ایک طربیہ روایتی قصہ بیان کیا جو گولکنڈا کے سلطان محمد قلی قطب شاہ کے عشق کے احوال پر مبنی ہے۔ محمد قلی قطب شاہ، ابراہیم قطب شاہ کی نرینہ اولاد تھے جس کے جنم پر خوب جشن منائے گئے۔ ایک روز خواب میں اس نے ایک خوبرو دوشیزہ کو دیکھا اور اس پر فریفتہ ہو گیا اور اس کی تلاش میں عطارد نقاش کے ساتھ نکل کھڑا ہوا راستے میں بکٹ پہاڑ اور بلند گڑھ کی مہمیں سر کرتا بنگالہ پہنچا، جہاں کی وہ حسینہ رہنے والی تھی اسے لے کر گولکنڈا آیا۔ جہاں دونوں کی بڑی دھوم دھام سے شادی ہوئی اور وہ ہنسی خوشی رہنے لگے۔ اردو کی روایتی داستانوں کی طرز پر لکھا گیا یہ قصہ مافوق الفطرت عناصر اور طلسماتی وماورائی واقعات سے بھرپور ہے لیکن اس کے باوجود قصے میں

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

کوئی ندرت، انفرادیت اور نیا پن نہیں ہے۔ قصہ کا پلاٹ اکہرا اور سپاٹ ہے۔ اس پلاٹ میں ضمنی قصوں کی گنجائش نہ ہونے کے باوجود وجہی نے روایتی داستانوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ضمنی واقعات اور قصوں کا اضافہ کیا جس کی بنا پر مثنوی کی فضا بوجھل سی ہو گئی ہے کیوں کہ بقول وہاب اشرفی: "وجہی ایک اچھا شاعر ہوتے ہوئے بھی ایک کامیاب قصہ گو نہیں ہے **(۳)**"۔ یہ اور بات کہ وجہی کا مقصد قصہ لکھنا تھا ہی نہیں۔ چونکہ وہ ایک درباری شاعر تھا اس لیے "اس (وجہی) کا مقصد اس مثنوی کے لکھنے سے بادشاہ کے حسن و جمال، شجاعت اور لیاقت کی تعریف کرنا تھا اور بس **(۴)**"۔ ڈاکٹر تبسم کاشمیری کا خیال ہے کہ:۔

> "قطب مشتری، قلی قطب شاہ کے انتقال سے صرف دو سال پہلے مکمل ہوئی۔ یہ وہ زمانہ ہے جب بادشاہ بستر علالت پر گر چکا تھا اور اس کی صحت جواب دے چکی تھی۔ ان حالات میں وجہی نے بادشاہ کا حوصلہ، ہمت اور توانائی بلند کرنے کیلئے اس کے اوصاف کی بہت تعریف کی ہے اور مثنوی میں شہزادہ قطب کی مہمات علیل و نحیف بادشاہ کے اندر ایک نئی زندگی پیدا کرنے کا استعارہ بن جاتی ہیں" **(۵)**۔

'قطب مشتری' کے قصے سے متعلق یہ قیاس بھی کیا جاتا ہے کہ اس میں درپردہ محمد قلی قطب شاہ اور 'بھاگ متی' کے عنفوان شباب کے عشق کی حقیقی داستان رقم کی گئی ہے لیکن بابائے اردو نے "قطب مشتری" کے مقدمے میں اس قیاس کو رد کیا ہے:۔

> " ممکن ہے ایسا ہو لیکن کتاب سے اس کا کوئی قرینہ نہیں پایا جاتا۔ مثنوی میں جو واقعات بیان کیے گئے ہیں 'بھاگ متی' کے عشق سے ان کا کوئی تعلق نہیں پایا جاتا"۔ **(۶)**

شمیم انہونوی بھی مولوی عبدالحق کے ہم خیال ہیں:۔

> "مثنوی میں جو واقعات عشق بیان کیے گئے ہیں 'بھاگ متی' کے عشق سے ان کا کوئی تعلق نہیں پایا جاتا۔ دوسرے خود محمد قلی قطب شاہ نے 'مشتری' اور 'بھاگ متی' (حیدر محل) دونوں پر الگ الگ نظمیں لکھی ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ 'مشتری' اور 'بھاگ متی' دو جدا شخصیتیں تھیں اور اس لحاظ سے اس خیال میں زیادہ جان نہیں کہ 'مشتری' اور 'بھاگ متی' (حیدر محل) ایک ہی ہستی کے دو نام ہیں"۔ **(۷)**

جب کہ خان رشید کے نزدیک "بھاگ متی" ہی دراصل 'قطب مشتری' کی 'مشتری' ہے۔ 'بھاگ متی' نے ۱۰۱۷ھ کے لگ بھگ انتقال کیا **(۸)**"۔ خان رشید، وہاب اشرفی اور ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے شہنشاہ اکبر کے نام فیضی کی

عرض داشتوں کا مجموعہ 'انشائے فیضی'۔ اکبر نامہ (ابوالفضل)اور 'تاریخ فرشتہ'(محمد قاسم ہندو شاہ استر آبادی المعروف فرشتہ) کے حوالے سے یہ ثابت کیاہے کہ 'بھاگ متی' حقیقی تاریخی کردار ہے۔ 'مشتری'اور 'بھاگ متی' دراصل ایک ہی کردار کے دو نام ہیں جس پر محمد قلی قطب شاہ عنفوان شباب میں عاشق ہو گیا تھا۔ 'بھاگ متی'، 'موسیٰ ندی'(۹) کے کنارے موضع چچلم میں رہتی تھی۔ قلی قطب شاہ نے یہاں ایک شہر آباد کیا جس کا نام 'بھاگ متی کے نام کی مناسبت سے 'بھاگ نگر' رکھا لیکن بعد میں بھاگ متی کے خطاب " حیدر محل" کی مناسبت سے 'حیدر آباد' کر دیا۔(۱۰) بھاگ متی اور قلی قطب شاہ کا عشق کوئی پوشیدہ یاڈھکی چھپی بات نہیں تھی۔ قطب شاہی دور کی تاریخوں 'حدیقتہ العالم'، 'گلزار آصفی'اور 'مآثر عالم گیر' میں بھی قلی قطب شاہ'اور 'بھاگ متی' کے عشق کا قصہ تفصیل سے درج ہے۔(۱۱) محمد قلی قطب شاہ کا دل بہلانے کیلئے ملک کی خوب صورت عورتوں کو محل میں رکھا گیاتا کہ وہ ایک رقاصہ 'بھاگ متی' تھی کے عشق کو بھول جائے لیکن وہ باز نہ آیا۔ بالکل یہی واقعہ 'قطب مشتری' میں بھی موجود ہے اور اس کا داخلی ثبوت ہے کہ مشتری ہی دراصل 'بھاگ متی' (۱۲) لیکن قلی قطب شاہ کے جانشین، قطب شاہی خاندان کے دیگر افراد اور یہاں تک کہ 'بھاگ نگر' کے لوگ بھی 'قلی قطب شاہ'اور 'بھاگ متی' کے آپس کے اس تعلق کو ناپسند کرتے تھے۔اس تعلق کو پوشیدہ رکھنے کیلئے قطب شاہی عہد میں بہت جتن بھی کیے گئے۔ یہاں تک کہ 'بھاگ متی' کی وفات پر ملاوجہی سے بطور خاص ایک مثنوی ۱۰۱۷ھ کے بعد لکھوائی۔ڈاکٹر گوپی چند نارنگ لکھتے ہیں:۔

"اس مثنوی میں اصل واقعے کو کچھ اس طرح بدل دیا گیا۔ کہ (لوگ) اس کے مطالعے
اور اس سے نتیجہ اخذ کرنے میں اب تک غلطاں و پیچاں ہیں"۔(۱۳)

بہر حال بھاگ متی کی داستانی شخصیت کے حوالے تاریخ کے حافظے میں کسی نہ کسی شکل میں محفوظ رہے ہیں جب کہ دکن کی تاریخ کے ماہر پروفیسر ہاروں خان شروانی نے 'بھاگ متی' کے تاریخی وجود کا سختی سے انکار کیاہے۔انہوں نے' بھاگ متی کاافسانہ' کے عنوان سے ۱۸ صفحات پر مشتمل ایک کتابچہ، جس میں ۶ صفحات پر مبنی دو ضمیمے بھی شامل ہیں شائع کیا۔اس میں ایک طرف توبھاگ متی کے قصے کو جعلی بتایا گیااور دوسری طرف حیدرآباد کے قدیم نام 'بھاگ نگر' کی صحت سے بھی انکار کیا گیا۔ڈاکٹر نذیر احمد کے نزدیک بھاگ متی اور بھاگ نگر کے سلسلے میں پروفیسر ہارون خاں شروانی کے خیالات درخور توجہ نہیں ہیں۔انہوں نے 'بھاگ متی اور بھاگ نگر: افسانہ یا حقیقت" کے عنوان سے ایک طویل مقالہ تحریر کیا جو خدابخش لائبریری جرنل کے شمارہ ۷۴ میں شائع ہوا۔ یہی مقالہ پاکستان میں سندھ یونیورسٹی کے تحقیقی مجلہ 'تحقیق' کے شمارہ نمبر(۱۰۔۱۱)۔۹۷۔۱۹۹۶ء میں شائع ہوا جس میں انہوں نے طویل بحث کے بعد ہارون خاں

شروانی کے دعوے کو رد کیا اور 'انشائے فیضی' میں درج فیضی کی وہ عرض داشت جو فیضی نے احمد نگر سے شہنشاہ اکبر کی خدمت میں بھیجی تھی کو ثبوت کے طور پر پیش کیا ہے جس میں فیضی نے یہ اطلاع دی تھی کہ محمد قلی قطب شاہ کی محبوبہ بھاگ متی اور ان کے نام پر 'بھاگ نگر' آباد کیا گیا تھا۔ ڈاکٹر نذیر احمد نے "انشائے فیضی" مطبوعہ لاہور کے صفحہ نمبر ۱۴۵تا۱۴۷ سے اقتباسات بھی نقل کیے ہیں۔ لکھتے ہیں :۔

> " فیضی کے واضح بیان کے بعد بھاگ متی اور بھاگ نگر کے واقعے کی صداقت ہر قسم کے شک وشبہ سے پاک ہو جاتی ہے۔ یہ سرکاری بیان نہایت مصدقہ ہے جو ایک سفیر کے قلم سے اس کے آقا کی خدمت میں پیش ہوا تھا اور اس بیان کو جب طبقات اکبری کے بیان سے ملاتے ہیں تو یہ بات طے ہو جاتی ہے کہ ۱۰۰۲ ہجری تک نئے شہر کا نام 'بھاگ نگر' ہی تھا"۔(۱۴)

پروفیسر ہارون خاں شروانی کے تتبع میں سیدہ جعفر نے بھی بھاگ متی کی رومانوی داستان کی تردید کی ہے۔ اس حوالے سے انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار اپنے مقالہ بعنوان 'بھاگ متی' اور اس کا نودریافت مقبرہ' مطبوعہ رسالہ 'آج کل' جولائی ۱۹۸۰ء اور مقدمہ "کلیات قلی قطب شاہ" میں کیا ہے۔ مقدمہ "کلیات قلی قطب شاہ" میں لکھتی ہیں :۔

> "حقیقت یہ ہے کہ جس طرح بھاگ متی کا وجود افسانوی نوعیت کا حامل ہے اسی طرح قطب مشتری کی داستان بھی تخیل کی رنگ آمیزی ہے۔ جب ہم اس مثنوی کے واقعات کا محمد قلی کی حقیقی زندگی سے مقابلہ کرتے ہیں تو ہمیں ان دونوں میں کوئی مماثلت نظر نہیں آتی"۔(۱۵)

ڈاکٹر مسعود حسین خان کا خیال ہے کہ اس کہانی میں کچھ نہ کچھ صداقت ضرور ہے اور پروفیسر شروانی کا منفی طریق استدلال صحت سے بعید ہے۔(۱۶) ڈاکٹر تبسم کاشمیری بھی ڈاکٹر مسعود حسین خاں کے ہم خیال ہیں :۔

> "حقیقت کچھ بھی ہو بھاگ متی کے کردار میں تاریخ کا پرتو ضرور نظر آتا ہے اور یہ ایک ایسی داستان ہے جس کی روایت کے ڈانڈے قلی قطب شاہ کی ہمعصر تاریخ سے ملے ہوئے پائے جاتے ہیں۔ اور یہ روایت صدیوں سے ایک تسلسل کے ساتھ تاریخ کے اوراق پر برابر دکھائی دیتی ہے۔ ایسی داستانوں کا بالکل بے حقیقت ہونا ممکن نہیں ہوتا۔ ان کے پیچھے سچائی کا عنصر بہر حال ضرور موجود ہوتا ہے"(۱۷)۔

'قطب مشتری' کے قصے سے قطع نظر اس کا انداز بیان اپنے اندر بہت ساری خوبیاں سمیٹے ہوئے ہے۔ بابائے اردو مولوی عبدالحق نے 'قطب مشتری' کے مقدمے میں اس کی خوبیوں کی ایک طویل فہرست گنوائی ہے۔ 'قطب مشتری' کی زبان اگرچہ قدیم ہے جس میں قدیم الفاظ و محاورات اور متروکات کی بہتات ہے لیکن اپنے زمانے کی زبان

کے لحاظ سے بقول مولوی عبدالحق "وجہی کا کلام بہت سلیس، صاف اور ستھرا ہے(۱۸)"۔ایک بڑا شاعر اور ادیب ہونے کی حیثیت سے اس کی زبان میں تنوع بھی پایا جاتا ہے۔وہ بڑی بے باکی سے الفاظ کو توڑتا اور بناتا ہے۔ سنسکرت، عربی اور فارسی، ہندی اور مہاراشٹری کے الفاظ کثرت سے مہارت کے ساتھ استعمال کرتا ہے۔تشبیہات واستعارات کا ایک دلکش جال ہے جو پوری مثنوی میں وجہی نے بچھادیا ہے جس میں جدت بھی ہے اور ندرت بھی ہے۔تشبیہ واستعارہ پر کامل قدرت کی وجہ سے وجہی منظر نگاری میں بھی بے حد کامیاب نظر آتا ہے۔مشتری کے محل کا منظر ہو یا پرستان کے باغ کی تصویر کشی، شہزادے کا ماں باپ سے رخصت لینے کا منظر ہو، قطب شاہ کے ہجر میں مشتری کی بے تابی اور آہ وفریاد کی تصویر کشی ہو، دکنی تہذیب و تمدن، ثقافتی میلانات، رسم ورواج، لوگوں کے عقائد، قطب شاہی دربار کی عکاسی، غرض مختلف مناظر کو خوب صورت اور مناسب الفاظ، تشبیہات واستعارات، محاورات اور ضرب الامثال سے متحرک اور مجسم کرنے کی وجہی نے اچھی کاوش کی ہے اور اکثر مقامات پر وہ اپنی اس کاوش میں کامیاب بھی ہوا ہے۔"در شرح شعر گوید" کے عنوان کے تحت اس نے ایک اچھے شعر میں کیا کیا خوبیاں ہونی چاہئیں تفصیل سے بتایا ہے لیکن اپنی شاعری میں وہ ان اصولوں پر کم کم عمل پیرا نظر آتا ہے۔وجہی نے 'قطب مشتری' لکھتے ہوئے اپنے عہد کے ادبی مذاق کو پیش نظر رکھا ہے۔اس میں جو الفاظ، تراکیب اور زبان وبیان کے جو پیرائے اختیار کیے گئے ہیں وہ اردو زبان کے ارتقاء کے مختلف مراحل کی عکاسی کرتے ہیں۔ لسانی معلومات کا ایک خزانہ اس مثنوی کے اندر پوشیدہ ہے جس کا مختصر جائزہ مولوی عبدالحق نے 'مقدمے' میں اور تفصیلی جائزہ احتشام حسین نے اپنے مضمون "قطب مشتری کی لسانی خصوصیات" میں پیش کیا ہے(۱۹)"۔'سب رس' کی طرح 'قطب مشتری' میں بھی وجہی نے اپنی شاعرانہ عظمت وکمال کے سلسلے میں خوب دعویٰ کیا ہے لیکن اس شاعرانہ تعلّی کے باوجود مولوی عبدالحق کے نزدیک: "یہ مثنوی کوئی اعلیٰ پایہ کی نہیں ہے۔ ہاں اس اعتبار سے کہ قدیم ہے اور اس زمانے کا ایسا مرتب کلام کم ملتا ہے قابل قدر ہے(۲۰)"۔'قطب مشتری' لکھنے کا مقصد چوں کہ ایک درباری شاعر کا انعام واکرام کا حصول تھا۔اس لیے اس نے مثنوی کے قصے، پلاٹ، کردار نگاری پر کوئی خاص توجہ نہیں کی۔ یہ امر تعجب خیز ہے کہ 'سب رس' میں نثر نگاری کے دوران وجہی نے اچھوتی تشبیہات اور خوبصورت وبلیغ استعارات وکنایات کی مدد سے بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ اپنی عبارتوں کے صوری حسن میں اضافہ کیا ہے۔'سب رس' اپنے اسلوب کی رنگینی، شگفتگی اور سحر طرازی کی وجہ سے اردو نثر کی تاریخ میں منفرد مقام رکھتی ہے لیکن اس کے برعکس قطب مشتری میں طرز ادا کی یہ دلکشی مفقود ہے۔سیدہ جعفر لکھتی ہیں:۔

" مثنوی میں ایسے مواقع آئے ہیں جہاں وجہی قصہ گوئی کے فنی لوازم کی مدد سے مثنوی

کے واقعات میں جان ڈال سکتا تھا لیکن وہ دو اور دو چار کے انداز میں قصہ بیان کرتا جاتا ہے"۔(۲۱)

اس کی شاعرانہ صلاحتیں اس بات کی غماز ہیں کہ اگر وہ چاہتا تو کرداروں کی بڑی جاندار تصاویر پیش کر سکتا تھا لیکن 'قطب مشتری' میں کرداروں کی کثرت اور تنوع کے باوجود بھرپور زندگی کے اثرات نہیں ملتے کیوں کہ وجہی کے کرداروں میں داخلی کشمکش کا حسن موجود نہیں ہے۔ نسیم اختر پالوی لکھتے ہیں:۔

"ملا وجہی میں کردار نگاری کی اوسط صلاحیت ہے وہ کرداروں کی روح میں اتر کر نہاں خانۂ دل کے آئینوں کو جگمگا نہیں سکتا۔"(۲۲)

ابوالبرکات کربلائی'قطب مشتری' کے کرداروں کا تجزیہ کرتے ہوئے اس نتیجے پر پہنچے کہ:۔

"بوڑھے فن کار نے انعام و اکرام کے لالچ میں مثنوی تو بارہ دن میں لکھ دی لیکن کرداروں کے ناک نقشے درست نہ کر سکا یا شاید اس کے ذہن میں اپنے کرداروں کی کوئی واضح شبیہ نہ تھی جس کی وہ جلوہ نمائی کرتا۔"(۲۳)

بہر حال'قطب مشتری' کی ادبی اہمیت کم یا زیادہ ہو سکتی ہے لیکن اس کی قدیم اور تاریخی حیثیت اپنی جگہ مسلم ہے۔ کسی بھی زبان کے شعر و ادب کی تاریخ میں قدیم ادبی سرمائے کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ اسی اہمیت کے پیش نظر مولوی عبدالحق نے دو مختلف نسخوں کی مدد سے 'قطب مشتری' کی تصحیح و ترتیب کی اور اسے اہل اردو سے متعارف کرایا۔'قطب مشتری' کا ایک قلمی نسخہ جوان کے نزدیک "بہت پرانا معلوم ہوتا ہے۔"(۲۴) ان کی ذاتی ملکیت تھا۔ مولوی عبدالحق نے مقدمے میں یہ وضاحت نہیں کی کہ یہ نسخہ انہیں کہاں سے دستیاب ہوا۔ نہ ہی یہ معلوم ہو سکا کہ یہ نسخہ کب لکھا گیا؟ اس کا کاتب کون تھا؟ کیونکہ یہ نسخہ ناقص الاول ہونے کے ساتھ ساتھ ناقص ناقص الآخر بھی ہے اور درمیان سے بھی ورق غائب ہیں جبکہ دوسرا نسخہ مولوی عبدالحق کے پاس برٹش میوزیم لندن کا تھا۔(۲۵) مولوی عبدالحق کا ذاتی نسخہ دوسرے نسخے کی نسبت کئی خصائص کا حامل ہے۔ ایک تو یہ کہ یہ نسخہ ناقص اور نامکمل ہونے کے باوجود ضخامت میں برٹش میوزیم کے نسخے سے بڑا ہے۔ 'قطب مشتری' کی تدوین کرتے ہوئے مولوی عبدالحق نے مقدمے میں ایسے تمام حالات و واقعات، اشعار اور غزلیں جو مولوی عبدالحق کے ذاتی نسخے میں زاید ہیں ان کی نہ صرف نشاندہی کی ہے بلکہ ان کو متن کا حصہ بھی بنایا ہے اور جہاں متن میں ان اشعار کو درج کیا ہے وہاں شروع میں قوسین میں (ن) لکھ کر یہ وضاحت بھی کر دی ہے کہ یہ اشعار مولوی عبدالحق کے نسخے سے لیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ 'قطب مشتری' میں دوران سفر شہزادے کو جو مہمات پیش آئیں 'برٹش میوزیم لندن' کے نسخے میں انکی تعداد دو ہے یعنی اژدہے

اور دیو کی لڑائی جبکہ مولوی عبدالحق کے نسخے میں 'سیمرغ' کا مقابلہ بھی ہے۔ لیکن چونکہ یہ بیانات مکمل نہیں ہیں اس لیے مولوی عبدالحق نے ان کو متن کا حصہ بنانے کی بجائے ضمیمے کے طور پر شامل کر دیا ہے اس نسخے کی دوسری بڑی خوبی جس کا ذکر مولوی عبدالحق نے مقدمہ میں کیا ہے وہ اس کا رسم الخط ہے جو اگرچہ 'خط نسخ' ہے لیکن اس میں بیشتر الفاظ میں حروف علت کا کام اعراب سے لیا گیا ہے۔ خصوصاً اُن حروف علت کیلئے جو لفظ کے آخر میں آتے ہیں مولوی عبدالحق نے اس رسم الخط کا عکسی نمونہ بھی کتاب میں دے دیا ہے۔ نسخوں کے باہم تقابل اور تصحیح کے بعد مولوی عبدالحق نے قطب مشتری، کا ایک نیا نسخہ مرتب کیا ہے قطب مشتری کی تدوین کرتے ہوئے۔ مولوی عبدالحق نے قیاسی تصحیح سے بھی کام لیا ہے۔ "کشتن محمد قلی اژدہارا" کے عنوان کے تحت صفحہ نمبر ۴۵ کے دوسرے شعر میں متن میں لفظ 'خوب' درج ہے لیکن حاشیے میں مولوی عبدالحق نے سیاق وسباق کی مناسبت سے قیاس کیا ہے کہ لفظ 'خوب' کی بجائے 'معیوب' ہو گا۔ اسی طرح صفحہ نمبر ۴۶ پر اس شعر میں:

تمہیں پا دشہ ہیں جھوٹے یاں نہ آؤ
کی یو ٹھار کچھ خوب نیں نیک جاؤ

دوسرے مصرع کے لفظ 'نیک' کیلئے حاشیے میں قیاس کیا ہے 'بیگ' ہو گا۔ اسی طرح "درشرح شعر گوید" کے عنوان کے تحت ص ۱۲ کے پانچویں شعر کے بعد حاشیے میں یہ شعر درج کیا ہے:۔

نولاس ھور نازک کہاں ھور وہ سل جیسی لاٹ
چندن کیری رتی بھلی نا بھارا بھر کر کاٹ

اور ساتھ ہی وضاحت کی ہے کہ برٹش میوزیم کے نسخے میں پانچویں شعر کے بعد یہ شعر درج ہے لیکن "یہ شعر میرے نسخے میں موجود نہیں ہے اور نہ ہی یہ شعر 'قطب مشتری" کا ہو سکتا ہے۔(۲۶) اس لیے اس شعر کو مولوی عبدالحق نے متن سے خارج کر دیا ہے البتہ حاشیے میں اس کی نشاندہی کر دی ہے۔ کتاب کے آخر میں مشکل، قدیم اور ٹھیٹ دکنی الفاظ کی فرہنگ بھی درج کر دی ہے تاکہ متن کی تفہیم میں مشکل نہ ہو۔ اختلافات نسخ حسب روایت قوسین میں (ن) کا نشان دے کر حواشی میں درج کیے گئے ہیں۔ 'قطب مشتری' کی تدوین اپنے زمانے کے لحاظ سے فن تدوین کا بہترین نمونہ ہے۔ اس مثنوی کی تصحیح و ترتیب میں مولوی عبدالحق نے تدوین متن کے جدید اصولوں کو پیش نظر رکھا ہے۔ بابائے اردو کے مدونہ دیگر شعری و نثری متون میں اس لحاظ سے 'قطب مشتری' کی تدوین خصوصی اہمیت کی حامل ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ملا وجہی نے 'قطب مشتری' صرف بارہ (۱۲) دنوں میں لکھی۔ اس علجت کی ایک وجہ شاعر کا اپنی مہارت اور کمال کی دھاک بٹھانا بھی ہو سکتا ہے۔ خان رشید نے "اردو کی تین مثنویاں" میں قیاس کیا ہے کہ 'بھاگ متی' کا انتقال ۱۰۱۷ھ کے لگ بھگ چالیس بیالیس برس کی عمر میں ہوا کیوں کہ 'قطب مشتری' 'تاریخ فرشتہ' دونوں کی تصنیف کے وقت اس کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس لیے یہ بات بڑی حد تک قرین قیاس ہے کہ قلی قطب شاہ نے اپنی محبوبہ کی برسی منانے کا اہتمام کیا ہو اور اسی سلسلے میں یہ مثنوی 'قطب مشتری' پیش کی گئی ہو (ص ۷۵)۔

۲۔ ملا وجہی: 'قطب مشتری' مرتبہ مولوی عبدالحق، ص ۹۶، انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۵۳ء، (طبع ثانی)۔

۳۔ وہاب اشرف: "قطب مشتری"، مرتبہ مولوی عبدالحق، ص ۴۷، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۱۹۹۵ء۔

۴۔ ' قطب مشتری'، مقدمہ از مولوی عبدالحق، ص ۳۔

۵۔ ڈاکٹر تبسم کاشمیری: "اردو ادب کی تاریخ۔ ابتدا سے ۱۸۵۷ء تک"، ص ۱۶۸۔

۶۔ 'قطب مشتری' مقدمہ از مولوی عبدالحق، ص ۲ تا ۳۔

۷۔ ملا وجہی: 'سب رس' مرتبہ شمیم انہونوی، شیخ محمد بشیر اینڈ سنز، لاہور، س۔ن۔

۸۔ خان رشید: 'اردو کی تین مثنویاں'، اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۶۰ء ص ۶۶۔

۹۔ واقعات مملکت بیجاپور، حصہ سوم میں موسیٰ ندی پر پل کی تعمیر کا یہ دلچسپ واقعہ درج ہے۔ "موسیٰ ندی پر پرانا پل بھی اسی بادشاہ (ابراہیم قطب شاہ) کے عہد میں تیار ہوا جو شہر حیدرآباد کی آبادی کے چودہ سال پیشتر تیار ہوا۔ اس پل کی تیاری کا یہ سبب ہوا کہ شہزادہ محمد قلی، بھاگ متی، طوائف پر عاشق تھا۔ وہ موضع چچلم میں جہاں اب شہر حیدرآباد ہے، رہتی تھی۔ شہزادہ حسب عادت ایک رات قلعہ گولکنڈا سے موسیٰ ندی پر آیا۔ اس وقت ندی طغیانی پر تھی۔ اس کو جذبہ عشق نے بے چین کر دیا۔ اس رات حالت طغیانی میں گھوڑا ڈالا اور پار ہو گیا۔ خفیہ نویسوں نے جب اس کی اطلاع بادشاہ کو دی تو وہ بہت متفکر ہوا اور سجدہ شکر بجالایا۔ حکم دیا کہ موسم بارش سے پیشتر اس ندی پر پل تیار کیا جائے۔ کسی نے پل کی تکمیل کی تاریخ ذیل کے شعر میں لکھ کر پیش کی۔

ز تخت اور گذرد ماو ما بہ او گذریم

از سبب شدہ تاریخ او گذر گرما

یہ واقعہ 'گلزار آصفی' (ص ۱۴۔۱۵) اور محبوب السلاطین، (ص ۳۵۰) میں بھی درج ہے۔ (خان رشید: 'اردو کی تین مثنویاں'، ص ۶۰)۔

۱۰۔ خان رشید: 'اردو کی تین مثنویاں'، ص ۶۲۔

۱۱۔ وہاب اشرفی: 'قطب مشتری اور اس کا تنقیدی جائزہ'، ص ۲۹۔ پروفیسر شروانی نے 'بھاگ متی' کے قصے کو محمد قاسم فرشتہ کے تخیل کی کار فرمائی قرار دیا ہے۔ "یہ تمام کہانی فرشتہ (محمد قاسم فرشتہ، مولف تاریخ فرشتہ) کے ذہن رسا کا ایک کرشمہ ہے۔ اسے اصلی یا فرضی جنسی کیفیات کے بیان کرنے میں بڑا لطف آتا ہے۔ دکن کی تاریخ میں اس نے فیروز شاہ بہمنی کی جنسی کار گزاریاں دکھانے مین جو انتہا کی ہے اس کا ثانی ملنا ناممکن ہے۔ اسے باغ نگر کا لفظ ملا۔ اس سے اس نے 'بھاگ نگر' نکالا۔ جب اس کو احساس ہوا کہ بھاگ نگر بغیر بھاگ متی کے لطف سے خالی ہو گا تو اس نے نہ صرف 'بھاگ متی' کی تخلیق کی بلکہ اس کی اہمیت بڑھانے کیلئے ایک ہزار سوار بھی اس کے جلو میں رکھ دیے"۔ (بھاگ متی کا افسانہ (کتابچہ) از پروفیسر ہارون خاں شروانی ص ۱۸)۔

۱۲۔ خان رشید: 'اردو کی تین مثنویاں'، ص ۶۶۔

۱۳۔ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ: "ہندستانی قصوں سے ماخوذ اردو مثنویاں" سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۳ء، ص ۲۵۶۔

۱۴۔ ڈاکٹر نذیر احمد: " بھاگ متی" اور بھاگ نگر۔ افسانہ یا حقیقت "، مطبوعہ مجلہ تحقیق، شمارہ ۱۰۔۱۱، ۹۷۔ ۱۹۹۶ء، ص ۹۹۳۔

۱۵۔ سیدہ جعفر (مرتبہ) ، "کلیات محمد قلی قطب شاہ"، ص ۸۱۔

۱۶۔ ڈاکٹر مسعود حسین خاں: محمد قلی قطب شاہ، ساہیتہ اکادمی دہلی، ۱۹۸۹ء تک" ، ص ۱۹۔

۱۷۔ ڈاکٹر تبسم کاشمیری: "اردو ادب تاریخ، ابتداء سے ۱۸۵۷ء تک"، ص ۱۵۸۔

۱۸۔ " قطب مشتری" مقدمہ از مولوی عبدالحق، ص ۶۔

۱۹۔ تفصیل کیلئے دیکھے: احتشام حسین: " قطب مشتری کی لسانی خصوصیات"، مشمولہ 'احوال و نقد وجہی'،

مرتبہ: حیات خان سیال، ص۳۔

۲۰۔ "قطب مشتری" مقدمہ از مولوی عبدالحق، ص۳۔

۲۱۔ پروفیسر سیدہ جعفر: "ڈاکٹر گیان چند جین۔تاریخ ادب اردو ۱۷۰۰ءتک"، جلد سوم، ص۳۵۵۔

۲۲۔ نسیم اختر پالوی: "مثنوی قطب مشتری اور ملاوجہی کی کردار نگاری"، مطبوعہ نگار پاکستان، جون، ۱۹۶۵ء، ص۵۰

۲۳۔ ابوالبرکات کربلائی: "مثنوی قطب مشتری کا تنقیدی مطالعہ"، نصرت پبلشرز لکھنو، ۱۹۸۵ء، ص۱۰۴۔

۲۴۔ 'قطب مشتری'، مقدمہ از مولوی عبدالحق، ص۱۶۔

۲۵۔ ایضاً، ص۱۶۔

ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کے مطابق برٹش میوزیم لندن میں 'قطب مشتری' کا کوئی نسخہ موجود نہیں ہے۔ مولوی عبدالحق کو تسامح ہوا ہے۔ البتہ 'قطب مشتری' کا ایک مخطوطہ بلوم ہارٹ انڈیا نمبر ۲/۱۲۲ انڈیا آفس لندن میں موجود ہے۔ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کا قیاس ہے کہ یہ وہی ہے جو مولوی صاحب کے پاس تھا۔ اسی نسخے کو وہ نسخہ برٹش میوزیم' کہتے ہیں۔("ہندوستان قصوں سے ماخوذ اردو مثنویاں"، ص۲۵۱)۔

۲۶۔ 'قطب مشتری'، مقدمہ از مولوی عبدالحق، ص۱۲۔